© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

اول تو ہمارے ملک میں مسلمانوں کے اپنے اخبار ہی کتنے ہیں اور جو گنے چنے ہیں بھی تو اُن کا حال یہ ہے کہ اُن میں آپس میں اتفاقِ خیال اور اتحادِ رائے بالکل نہیں۔ چنانچہ اگر آج کوئی ایک شخص ان تمام مسلم اخبارات کو سامنے رکھ کر یہ معلوم کرنا چاہے کہ بھارت کے مسلمانوں کا حال کیا ہے؟ اُن کے افکار و جذبات کیا ہیں؟ اُن کے مطالبات اور اُن کی شکایتیں کیا ہیں؟ اور اُن کے وہ کون سے معاملات و مسائل ہیں جن کا حل وہ دریافت کرنا چاہتے ہیں؟ تو اس شخص کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ وہ ان تمام جرائد و رسائل کو دیکھنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ جو اوروں کا حال ہے وہی مسلمانوں کا بھی ہے۔ یعنی کسی کی رائے کچھ ہے اور کسی کی کچھ۔ پوری مسلمان قوم کا نہ کوئی متحدہ مطالبہ ہے نہ کوئی شکایت ہے اور اُن کا نہ کوئی ایسا اجتماعی احساس ہے جس کو ہم قومی احساس اور ملی شعور کہہ سکیں جہاں تک سیاسیات اور مذہب کے علاوہ دوسرے امور کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ ایک جمہوری ملک میں ان پر سب کا اتفاق نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان امور پر فرقہ وارانہ نقطۂ نظر سے غور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے اگر ان معاملات میں مسلم اخبارات باہم متفق نہیں تو یہ نہ افسوس کی بات ہے اور نہ اس سے کوئی برائی لازم آتی ہے۔ لیکن بڑے افسوس اور شرم کی بات تو یہ ہے کہ یہ اخبارات اُن معاملات و مسائل میں بھی متفق نہیں جو مسلمانوں کے خالص دینی اور مذہبی مسائل ہیں اور وہ بھی فروعی اور جزئی نہیں بلکہ اصولی اور بنیادی ہیں۔ مثلاً پچھلے دنوں مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب کا ایک بیان گاندھی جی کی پرارتھنا کی نسبت شائع ہوا تھا یقین تھا کہ کم از کم یہ ایک معاملہ تو ایسا ہے جس پر کہیں کسی مسلم حلقہ سے اختلاف کی آواز بلند نہیں ہو گی یہی حال توہینِ انبیاء اور اہانتِ رسول کے دو تین واقعات کا ہے جو ابھی پچھلے دنوں پیش آچکے ہیں، وہ کون بدبخت مسلمان ہو گا جس کے قلب و جگر پر ان واقعات سے نشتر نہیں لگا ہو گا مسلمان تو مسلمان خود ہندو اور سکھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ان واقعات کے خلاف احتجاج کیا اور حکومت سے استدعا کی کہ آئندہ اس طرح کے واقعات کا سدباب کرنے کے لئے موثر عملی اقدام کرے اور اگر قانون میں کہیں کوئی خلا ہے تو پارلیمنٹ کے ذریعہ اس کا انتظام کیا جائے لیکن بُرا ہو مسلمانوں کے انتشارِ خیال اور اُن کی آپس کی پھوٹ کا کہ اس نوع کے زہرہ گداز واقعات کی اشاعت اور ان پر سنجیدہ و معتدل احتجاج بھی ان کے اختلاف کا محاذ اور ظلمی جولاں گاہ بن گیا۔

جو لوگ مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب کے مذکورہ بالا بیان سے صاف اور کھلے لفظوں میں اختلاف کی جرأت نہیں رکھتے تھے انھوں نے کچھ اور نہیں تو چلتے چلتے یہی ریمارک کردیا کہ یہ گیت تو عرصہ سے ہندوستان کے قریہ قریہ اور شہر شہر میں گایا جارہا ہے تو پھر مولانا نے آج تک اس کے خلاف کیوں احتجاج نہیں کیا۔ گویا مقصد یہ ہے کہ مولانا کا کوئی ایک عمل بھی بے داغ اور بے لوث نہ رہے۔ در حقیقت اس طرح کے ریمارک دل کی اُس کیفیت کے آئینہ دار ہیں جو جماعتی تحزب اور گروہ بندی کی وجہ سے پیدا ہوگئے ہیں اور جس کی وجہ سے افراد میں اس بات کی صلاحیت بالکل مفقود ہوگئی ہے کہ وہ اپنے خالص دینی اور مذہبی معاملات پر بھی خالصۃً لوجہ اللہ غور و فکر کرسکیں۔

یہ دو چار اکا دکا نہیں۔ ایک لادینی حکومت میں مسلمانوں کے سامنے ایسے معاملات برابر پیش آتے رہیں گے جن کے بارہ میں ان کو اپنی مذہبی تعلیمات کو واضح کرنا ہوگا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان سے متعلق اپنی پوزیشن متعین کرکے دوسروں کو اُس سے باخبر کرنا ہوگا۔ مثلاً بجلی کے ذریعہ جانور ذبح کرنا۔ تعددِ ازدواج۔ بین الاقوامی شادی وغیرہ! اب ذرا سوچئے اگر اختلاف خیال کا عالم یہی ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا! کیا آپ کی کوئی ایک بات بھی ایک متفقہ قومی مطالبہ کی حیثیت سے تسلیم کی جاسکے گی؟ آخر انجام یہی ہوگا کہ جس طرح انگریزوں کے زمانہ میں ایسے مولوی اور مفتی پیدا ہوگئے جنھوں نے انگریزوں کے ہر عمل و فعل کے لئے یہاں تک کہ ترکوں سے خود مسلمانوں کو لڑانے کے لئے بھی سندِ جواز پیش کردی اور ہر فتوی کے مقابلہ میں ایک فتویٰ۔ ہر مذہبی تحریر کے مقابلہ میں ایک مذہبی تحریر سامنے لا رکھی۔ اسی طرح اب اس آزادی کے دور میں بھی یہی ہوگا اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کا جو انجام ہوگا وہ ظاہر ہے۔

ان سطور کا مقصد خدانخواستہ نہ کسی پر طعن و تعریض ہے اور نہ کسی خاص فرد یا جماعت کی مذمت! بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ کم از کم اپنے خالص دینی معاملات میں ہم آپس کے اختلاف کو سطح پر نہ آنے دیں اور اس سلسلہ میں پبلک میں جو مطالبہ رکھیں وہ متفقہ

© rasailojaraid.com